بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پچھلے سال عید اضحیٰ کے موقع پر پنجاب سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس میں قربانی کو ایک بے محل بے معنی، فضول بلکہ مضر اور مسرفانہ رسم قرار دیا گیا تھا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ "ارض غیر ذی زرع کی اس نام نہاد سنت" کو چھوڑ کر اس روپے کو جو قربانی میں ضائع کیا جاتا ہے قومی ادارات کی اعانت یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے میں صرف کریں۔ معلوم ہوا کہ یہ اشتہار ایک کثیر تعداد میں شائع کیا گیا ہے، اور اس جماعت نے اس چیز کو اپنی تبلیغ کا ایک مستقل جزو بنا لیا ہے کہ ہر سال بقرعید کے موقع پر مسلمانوں کو قربانی سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب تک ان حضرات کی یہ کوشش کس قدر بار آور ہوئی ہے، لیکن تبلیغ کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کے نفسیات کا جو حال اس زمانہ میں ہم دیکھ رہے ہیں، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کو خوف ہے کہ ہزاروں مسلمان اب تک اس فریب میں مبتلا ہو چکے ہوں گے، اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو آگے چل کر نہ معلوم اور کتنے مسلمان اس کے شکار ہوں۔

اس جماعت کی جو تحریریں ہماری نظر سے گذری ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی پر ان کو تین حیثیتوں سے اعتراض ہے:-

ایک یہ کہ قربانی ان کے نزدیک رسوم جاہلیت میں سے ایک رسم ہے جس کو مولویوں نے محض

جہالت کی بنا پر ایک اسلامی طریقہ قرار دے لیا ہے۔ چنانچہ ان کے گروہ کا ایک مصنف قربانی کے متعلق اپنی تحقیق انیق ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ "قربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی و مدنی قوموں میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی اس کو نہیں کرتا"

دوسرے یہ کہ معاشی حیثیت سے وہ اس کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جو روپیہ بکرے کی گردن پر چھری پھیرنے میں صرف کیا جاتا ہے وہ بالکل ضائع ہوجاتا ہے۔ اس کے بدلہ میں کوئی عقلی یا مادی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تیسرے یہ کہ ان کو قرآن میں قربانی کا حکم کہیں نظر نہیں آیا۔ رہی سنت تو اس سے انکار کردینا ان کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ سہل ہے، اور اس کو رد کرنے کا مسلک اختیار ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ اسلام کے جس حکم پر غیر قوموں کو اعتراض ہو یا جس حکم کی مصلحت خود اپنی سمجھ میں نہ آئے اس کو آسانی کے ساتھ دائرۂ دین سے خارج کیا جاسکے۔

چونکہ یہ اعتراضات ایسے لوگوں کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں اور قرآن کو حجت قطعی مانتے ہیں، اس لیے ہم قرآن ہی سے قربانی کے احکام بیان کریں گے اور قرآن ہی سے یہ بھی بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کن مصالح کی بنا پر عبادت کے مخصوص طریقوں میں قربانی کو شامل فرمایا ہے

قرآن مجید میں قربانی کے جو احکام دیے گئے ہیں ان کو تین اقسام پر منقسم کیا جاسکتا ہے۔

ایک قسم کی قربانی وہ ہے جو مناسک حج میں سے ایک خاص نسک ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ	اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانۂ کعبہ کی جگہ مقرر کی
..... وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ	(تو حکم دیا کہ) ...... اور لوگوں میں حج کے لیے پکار دے
رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن	کہ ہر راہ دور و دراز سے تیرے پاس پیدل اور ہر طرح

كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (الحج : ۴)

کی دبلی سواریوں پر آئیں یہ اس غرض کے لیے کہ وہ اپنے حق میں منافع دیکھیں اور چند معلوم دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔ پھر تم ان جانوروں میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو بھی کھلاؤ۔

جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے، حج قائم کرنے کا یہ حکم بنائے کعبہ کے ساتھ ہی ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ لوگ یہاں آکر دین و دنیا کے منافع سے مستفید ہوں اور خدا کے نام پر قربانی کریں۔ پھر یہی فرض انہی مناسک کے ساتھ امت محمدیہ پر مقرر کیا گیا، کیونکہ یہ ملتِ ابراہیمی کی وارث ہے۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران : ۱۰) اور قربانی جس طرح ملت ابراہیمی کے مناسک حج میں شامل تھی اسی طرح امتِ محمدیہ کے حج میں بھی شامل رہی، چنانچہ سورۂ حج کے پانچویں رکوع میں امت محمدیہ کو خطاب کرکے ارشاد ہوتا ہے:-

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر میں سے قرار دیا ہے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس تم ان کو صف بستہ کھڑا کرکے ان پر اللہ کا نام لو اور جب وہ پہلو کے بل گر جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ۔ اور اُس کو بھی کھلاؤ (جو اللہ کے دیے ہوے رزق پر) قانع ہے اور اُس کو بھی جو سوال کرتا ہے۔

دوسری قسم کی قربانی وہ ہے جو تمتع یا قران کے فدیہ میں، یا احصار کی صورت میں، یا ان جنایات کی جزا میں واجب ہوتی ہے جو مُحرِم سے حالت احرام میں سرزد ہوں۔ اس کے احکام حسب ذیل ہیں:

(۱) وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

اور خدا کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو لیکن اگر تم روک دئے جاؤ تو جو کچھ ہدیہ کی قربانی میسر آئے بھیج دو اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے

(۲) فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔

پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اسے احرام کی قیود توڑنی پڑیں، تو وہ فدیہ میں یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

(۳) فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ (بقرۃ: ۲۴)

پھر جو کوئی عمرہ کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھائے تو جو کچھ قربانی میسر آئے کردے اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو حج کے دنوں میں تین دن کے اور واپس ہو کر سات دن کے روزے رکھے

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ (المائدہ: ۱۳)

اے اہل ایمان! شکار نہ مارو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر شکار مارے وہ اس کے بدلے جانوروں میں سے اسی سے ملتا ہوا جانور دے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں، اور یہ قربانی کعبہ پہونچائی جائے۔

ان آیات میں قربانی کے جانوروں کو لفظ ہدی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام رازی نے اس لفظ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہیں یہ لکھ دیا تھا کہ معنی الهدی ما یهدی الی بیت الله عز وجل تقربا الیه بمنزلة الهدیة یهدیها الانسان الی غیره تقربا الیه۔ اتنی گنجائش سے فائدہ اٹھا کر مانعین قربانی نے بے تکلف فیصلہ کر دیا کہ ھدی سے مراد قربانی نہیں بلکہ کوئی سا ہدیہ ہے جو اللہ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ لیکن امام رازی نے اسی عبارت سے چند سطر آگے یہ بھی لکھا تھا کہ

فتقلید الآیة حتی یبلغ الھدی محلہ وینحر فاذا نحر فاحلقوا

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ہدی اپنے مقام پر پہنچ کر ذبح نہ کر دی جائے اس وقت تک سر نہ منڈواؤ۔

مگر چونکہ یہ عبارت مفید مطلب نہ تھی اس لیے دورِ جدید کے محققین اسلام نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور یہ تو خیر امام رازی ہیں، انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی عبارت کو بھی قابل اعتنا نہ سمجھا جس نے سورۂ مائدہ والی آیت میں ھَدْیًا بٰلِغَ الْکَعْبَةِ کی تفسیر فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ سے کر دی ہے۔ یہ آیت قطعی طور پر ھَدْی کے معنی متعین کر رہی ہے کہ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد قربانی ہی ہے نہ کہ کچھ اور۔

تیسری قسم کی قربانی وہ ہے جس کے ادا کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو دیا گیا:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام: ۲۰)

کہو اے محمد کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ پروردگار عالم کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلے ہوں۔

اس آیت میں صلوٰۃ کے بعد نُسُک کا ذکر ہے جس کے معنی عبادت اور تطوع کے بھی ہیں اور قربانی کے بھی۔ قرآن میں یہ لفظ اسی دوسرے معنی کے لیے آیا ہے، چنانچہ سورۂ حج میں ہے۔

وَلِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ (۵)

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں

اور سورۂ بقرہ میں ہے:۔

فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُکٍ (۲۴)

تو اس کا فدیہ روزوں سے ادا کیا جائے یا صدقے سے یا قربانی سے۔

ان آیات سے نُسُک کے معنی متعین ہوگئے۔ اب دیکھیے کہ صلوٰۃ کے ساتھ نُسُک کے لیے بھی بذٰلِکَ اُمِرْتُ (مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو صریحاً وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ فرمایا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اسی بناء پر حضور نے تمام مستطیع مسلمانوں کو قربانی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے:

من کان لہ یسار فلم یضح فلا یقربن مصلانا	جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور پھر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔
ان اول نسکنا فی یومنا ھذا الصلوٰۃ ثم الذبح۔	ہمارے آج کے دن (عید اضحیٰ) میں ہماری پہلی عبادت نماز ہے، پھر ذبح۔
من صلّٰی معنا ھذہ الصلوٰۃ فلیذبح بعد الصلوٰۃ۔	جو ہمارے ساتھ یہ نماز (صلوٰۃ عید اضحیٰ) پڑھے وہ نماز کے بعد ذبح کرے۔

یہ ہیں قربانی کے متعلق قرآن کے صاف اور صریح احکام جن میں کسی شک و شبہہ اور تاویل کی گنجایش نہیں پڑھیے ان کو اور پھر داد دیجیے ان لوگوں کی جرأت کی جو ایک طرف تو قرآن پر سب سے بڑھ کر ایمان رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور دوسری طرف یہ الفاظ علی الاعلان لکھتے اور شائع کرتے ہیں:

> "قُربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی اور مدنی قوموں میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی اس کو نہیں کرتا۔"
>
> "یہ کیونکر ضروری ہوگیا کہ غیر حاجی خواہ مخواہ اس بے محل اور مسرفانہ رسم میں حصہ لیں۔"
>
> "وہ روپیہ جو بکرے کی گردن پر چھری پھیرنے اور اسے زمین میں گاڑ دینے کے لیے صرف کیا جاتا ہے قومی اداروں کو ملنا چاہیے۔ وہ اس روپیے سے ہر سال ایک عظیم الشان

تجارتی بینک کھول سکتے ہیں قرآن حکیم اور دوسرے علوم کی توسیع واشاعت کر سکتے ہیں، اعتقادات واخلاق کی اصلاح کر سکتے ہیں، بیواؤں اور ناداروں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور ہزاروں نیکی کے کام کر سکتے ہیں بشرطیکہ تقلید کے جال سے آزاد ہو جائیں اور فضول بلکہ مضر رسوم کو چھوڑ دیں"

"افسوس ہے کہ سوائے نقل وتقلید کے آج تک کسی صاحب نے قربانی کے عقلی وتجربی فوائد پر روشنی نہیں ڈالی"

یہ قرآن سے کھلا ہوا معارضہ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن ایک چیز کا حکم دیتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ پہلے اس کے عقلی وتجربی فوائد پر روشنی ڈالی جائے۔ قرآن ایک چیز کے متعلق کہتا ہے کہ لکم فیھا خیر" (تمہارے لیے اس میں بھلائی ہے) اور آپ اسے ایک فضول بلکہ مضر اور مسرفانہ رسم قرار دیتے ہیں۔ قرآن ایک چیز کو شعائر اللہ میں شمار کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ اللہ نے اس کو مقرر کیا ہے، مگر آپ اس کے مقابلہ میں مغربی مستشرقین کی یہ تحقیق پیش فرماتے ہیں کہ یہ عہد جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو آج صرف مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ اور پھر قرآن کے مقابلہ میں یہ جرأت! اگر ان دونوں کا اجتماع ممکن ہے تو ماننا پڑے گا کہ وجود شے اور عدم شئے کا اجتماع بھی ممکن ہے۔

قرآن کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ جس قدر اعتراضات اس پر ہو سکتے ہیں ان کا جواب وہ خود ہی دے دیتا ہے۔ آئیے اب ذرا یہ بھی دیکھیے کہ قربانی کے حکم پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے جواب میں قرآن کیا کہتا ہے:۔

جاہلیت میں جہاں غیر اللہ کے لیے رکوع وسجود ہوتے تھے اور غیر اللہ سے دعا اور استعانت

کی جاتی تھی، وہیں غیر اللہ کے لیے نذریں اور قربانیاں بھی ہوتی تھیں۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر، روم غرض کونسا ملک ایسا ہے جہاں معبودان باطل کے اصنام اور ہیکلوں پر قربانیاں نہ چڑھائی جاتی ہوں حتّٰی کہ خدا پرست یہودی قوم بھی اس شرک میں مبتلا ہوئی اور بار بار اس نے بتوں پر قربانیاں چڑھانے کا ارتکاب کیا جس کی شکایت جگہ جگہ بائبل کے عہد عتیق میں آتی ہے۔ قرآن میں بھی جاہلیت کی ان مشرکانہ رسموں کا ذکر ہے، مثلاً فرمایا۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔

اور انہوں نے کھیتی کی پیداوار اور مواشی میں سے اللہ کا ایک حصہ ٹھیرا دیا اور بخیال خود کہنے لگے کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کا ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ (الانعام ۱۶)

اور انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور کھیتیاں ممنوع ہیں کہ ان کو اس شخص کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا جسے ہم اپنے خیال کے مطابق کھلانا چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہوتے ہیں جن کی پشت پر سوار ہونا حرام کر دیا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ ان کی افترا پردازی ہے (کہ ایسی جاہلانہ اور مشرکانہ باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں)۔

قرآن نے آکر جس طرح عبادت کی تمام دوسری صورتوں کا رخ غیر اللہ سے اللہ کی طرف پھیر دیا اسی طرح نذروں اور قربانیوں کا رخ بھی اُدھر سے ادھر پھیرا۔ اس نے ہدایت کی کہ مشرکین غیر خدا کے لئے رکوع و سجود اور قربانی کرتے ہیں، تم کہو کہ ہمارا رکوع و سجود اور ہماری قربانی صرف خدا کے لیے ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۲۰) مشرکین اپنے جانوروں پر غیر خدا کا نام لیتے ہیں، تم ان پر صرف خدا کا نام لو۔ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔ وہ غیر اللہ کے

نام پر جانوروں کو چھوڑ دیتے ہیں، پھر نہ کسی کو ان پر سوار ہونے دیتے ہیں اور نہ ان کا گوشت کھانا یا کھلانا پسند کرتے ہیں تم اس جہالت کے جواب میں ہدی کے اونٹوں پر سواری کرو (لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔ الحج : ۴) قربانی کا گوشت کھاؤ اور اللہ کے بندوں کو کھلاؤ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ : ۵) اس لیے کہ اللہ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری وہ خالص نیت پہنچتی ہے جس سے تم نے غیر اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ (الحج : ۵)۔

ہر شخص جو حکمت تشریع میں ادنیٰ بصیرت بھی رکھتا ہے، اس کے لیے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ شرک وبت پرستی اور رسوم جاہلیت کو مٹانے کے لیے اس سے زیادہ کارگر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ جن اقسام اور جن شکلوں کی عبادتیں مشرک قوموں میں رائج ہوں ان سب کو اللہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور غیر اللہ کے لیے انہی سب کو ممنوع ٹھیرا دیا جائے۔ دنیا میں توحید فی العبادت اور اس کے ذریعہ سے توحید فی الاعتقاد کا قیام بغیر اس تدبیر کے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ جس کسی کو اپنا ملجا وماوی سمجھتا ہے اس کے سامنے نذر و نیاز اور قربانی ضرور پیش کرتا ہے۔ چنانچہ بدو آفرینش سے آج تک دنیا میں کم وبیش اس طریق عبادت کا سلسلہ جاری ہے، حتیٰ کہ جہالت کی بنا پر خود مسلمان بھی اس قسم کے شرک فی العبادت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس جب عبادت کے مختلف طریقوں میں سے ایک یہ طریقہ بھی نوع انسانی میں رائج ہے اور اس طریقہ کی طرف انسان میں ایک فطری میلان پایا جاتا ہے تو اخلاص فی العبادت کے لیے ناگزیر ہے کہ نذر و نیاز اور قربانی کو بھی غیر اللہ کے لیے ممنوع کر کے صرف اللہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اس چیز کی عقلی و روحانی اور اخلاقی و مادی منفعت سطحی نظروں کو اگر محسوس نہ ہو تو یہ ان کی اپنی نظر کا قصور ہے۔ اللہ کے علم اور اس کی حکمت میں تو لوگوں کا مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ اور حُنَفَاءَ لِلَّهِ بن جانا اس سے بدرجہا زیادہ مفید ہے کہ ان کے لیے ایک نہیں دس لاکھ عظیم الشان جنگ

نکل جائیں

قربانی کی ایک دوسری مصلحت بھی ہے جس پر قرآن سے روشنی پڑتی ہے۔

نوع انسانی کا ایک گروہ تو وہ تھا جس کا اوپر ذکر ہوا، یعنی وہ جو خدا کے ساتھ اس کی مخلوق کو اعتقاد اور عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے اور خدا کے بخشے ہوئے رزق میں سے غیر خدا کے سامنے نذریں اور قربانیاں پیش کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا گروہ بھی ہمیشہ رہا ہے اور اب بڑھتا جا رہا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جو سرے سے خدا کا قائل ہی نہیں، یا اگر قائل بھی ہے تو محض وجوب عقلی کی بنا پر اس طرح مانتا ہے جیسے ریاضی کے کسی فارمولے کو مانتا ہے۔ باقی رہا خدا سے کوئی تعلق تو وہ یہاں مفقود ہے۔ ان لوگوں کو یہ احساس تک نہیں کہ دنیا کے جس مال و متاع سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں، جس زمین کی پیداوار کھا رہے ہیں، جس دولت و ثروت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، جن حیوانات سے خدمت لے رہے ہیں، ان میں سے کسی چیز کے بھی وہ مالک نہیں ہیں، نہ کسی چیز پر ان کو ذاتی استحقاق حاصل ہے، بلکہ یہ خدا کی بخشش اور اس کا انعام ہے۔ یہ غفلت جس میں یہ کفار اور ملاحدہ مبتلا ہیں، ان کو کیسے کیسے روحانی، اخلاقی، اور عملی مفاسد میں مبتلا کر رہی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں کہ آج ہر آنکھوں والا ان کا برأی العین مشاہدہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی مفاسد کا سد باب کرنے کے لیے مال و دولت اور زمین کی پیداوار میں قربانی کا قاعدہ مقرر کیا، تاکہ اللہ نے جو کچھ رزق عطا فرمایا ہے اس کا ایک حصہ انسان ہمیشہ خدا کی جناب میں نذر کرتا رہے اور یہ حقیقت اس کو یاد رہے کہ ہم ان چیزوں کے مالک اور مختار مطلق نہیں ہیں، بلکہ یہ بغیر کسی استحقاق ذاتی کے ہم کو عطا کی گئی ہیں اور ان میں عطا کرنے والے کی مرضی کے خلاف تصرف کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔

اس مضمون کی طرف آیات ذیل میں کس قدر لطیف اشارات کیے گئے ہیں:

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ	اور وہی ہے جس نے باغ اگائے ہیں جن میں سے کسی میں
وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ	بیلیں ٹٹیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں

....كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (الانعام: ۱۷)

چڑھائی جاتیں، اور اسی نے نخلستان اور کھیت پیدا کئے ہیں.... جب وہ پھل لائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹتے وقت اس کا (یعنی خدا کا) حق ادا کرو اور حد سے نہ گزرو کہ وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اسی نے جانوروں میں سے بعض بلند قامت پیدا کیے ہیں جو بار برداری کے کام آتے ہیں اور بعض پست قامت ہیں۔ اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَوٰةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (الحج: ۵)۔

اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اس نے ان کو بخشے ہیں تمہارا خدا وہی ایک خدا ہے لہٰذا تم اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرو۔ اے نبی ان عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور جو مصیبتوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور جو نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یہ رسم قربانی کی دوسری مصلحت ہے۔ اگر کسی کے پاس عقلی ترازو ہو تو وہ ایک پلڑے میں اس کو رکھے اور دوسرے پلڑے میں تمام قومی اداروں اور تجارتی بنکوں اور یتیم خانوں کو رکھ کر بتائے کہ ان میں سے کون زیادہ وزنی ہے۔

اب ذرا اقتصادی اعتراضات کو بھی جانچ لیجیے۔ قرآن کہتا ہے لَکُمْ فِیهَا خَیْرٌ اور کُلُوا مِنْهَا و

اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ اضاعتِ مال ہے۔ لاکھوں اللہ کے بندے جنہیں مہینوں اور مہینوں اچھی قوت بخش غذا نصیب نہیں ہوتی، ان کو صدقہ اور ہدی اور نُسک کے ذریعہ سے گوشت بہم پہنچانا آپ کی رائے میں اصول معیشت کے خلاف ہے۔ لاکھوں کسان اور گلہ بان جو سال بھر تک جانور پالتے ہیں اور بقر عید کے موقع پر ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کی روزی کا دروازہ بند کرنا، یہی آپ کے نزدیک بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا ہے۔ ہزار ہا غریب جن کو قربانی کی کھالیں مل جاتی ہیں اور ہزار ہا قصائی جن کو ذبح کرنے کی اجرت مل جاتی ہے، یہ سب آپ کی قوم سے خارج ہیں اسی لیے آپ ان کی رزق رسانی کو فضول بلکہ مضر اور داخل اسراف سمجھتے ہیں۔ آپ کو تمام قومی ضروریات اور سارے فوائد ومنافع صرف اسی وقت یاد آتے ہیں جب خدا کے کسی حکم کی پابندی میں روپیہ صرف ہو رہا ہو، گویا کہ بنکوں کا قیام اور قومی ادارات کا فروغ اور اعتقاد واخلاق کی اصلاح اور یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا سارا کام صرف قربانی کی وجہ سے رکا پڑا ہے۔ ادھر یہ بند ہوئی اور اُدھر قومی اداروں پر روپیہ برسنا شروع ہوا۔ اگر آپ کی تنظیم ایسی ہی مکمل ہے کہ سارے ہندوستان سے قربانی کا روپیہ جمع کر کے آپ ہر سال ایک تجارتی بنک کھول سکتے ہیں تو ذرا اسی تکلیف گوارا کر کے پہلے ہندوستان بھر کے سینما ہالوں اور قحبہ خانوں اور بدکاری واسراف کے دوسرے اڈوں پر اپنے ایجنٹ مقرر فرما دیجیے تاکہ مسلمانوں کا جس قدر روپیہ وہاں ضائع ہوتا ہے اس کو وہ قومی فنڈ میں وصول کر لیا کریں اسطرح آپ ہر سال نہیں ہر روز ایک تجارتی بنک کھول سکیں گے۔ پھر اگر آپ میں کچھ تعمیری قوت ہے تو قربانی کی تخریب کے بجائے آپ اسے زکوٰۃ کی تعمیر ہی میں کیوں نہیں صرف فرماتے کہ تنہا اسی ایک چیز سے آپ وہ تمام قومی ضروریات پوری کر سکتے ہیں جن کی خاطر قربانی بند کرنے کی تبلیغ آپ نے شروع کی ہے۔